

آسیہ بی بی اور قانون توہین رسالت

آسیہ بی بی کا تعلق نکانہ صاحب کے نواحی علاقہ اٹانوالی سے ہے۔ پانچ بچوں کی ۴۵ سالہ ماں آسیہ بی بی کو مقامی سیشن عدالت سے توہین رسالت کے الزام میں موت کی سزا سنائی جا چکی ہے۔ آسیہ بی بی پر الزام ہے کہ اس نے گزشتہ سال کئی افراد کی موجودگی میں توہین رسالت کی، جس کے بعد اسے پولیس کے حوالے کیا گیا۔ پولیس نے تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ سی کے تحت اس کے خلاف مقدمہ درج کیا۔ اس مقدمے کی تفتیش ایس پی انو-سیٹی گیشن شیخوپورہ محمد امین شاہ بخاری نے کی اور ان کا کہنا ہے کہ دوران تفتیش آسیہ بی بی نے مسیحی برادری کے اہم افراد کی موجودگی میں اعتراف جرم کیا اور کہا کہ اس سے غلط ہو گئی ہے۔ لہذا اسے معاف کر دیا جائے۔ آسیہ بی بی کا کہنا تھا کہ گزشتہ سال کچھ مسلمان خواتین نے اس کے سامنے کہا کہ قربانی کا گوشت مسیحیوں کے لئے حرام ہوتا ہے، جس پر غصے میں آ کر اس نے کچھ گستاخانہ کلمات کہہ ڈالے، جس پر وہ معافی مانگتی ہے۔ آسیہ بی بی نے اپنے خلاف مقدمے کے مدعی قاری سالم سے بھی معافی مانگی لیکن اس کا موقف یہ تھا کہ توہین رسالت کے ملزم کو معافی نہیں مل سکتی۔ ایڈیشنل سیشن جج نکانہ صاحب نوید اقبال نے گواہوں کے بیانات اور واقعاتی شہادتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ۸ نومبر ۲۰۱۰ء کو آسیہ بی بی کے لئے سزائے موت اور ایک لاکھ روپے جرمانے کی سزا کا اعلان کیا، اس سزا کے بعد وفاقی وزیر برائے اقلیتی

امور شہباز بھٹی نے آسیہ بی بی کو بے گناہ قرار دیا اور ساتھ ہی تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ سی کو بھی ظالمانہ قرار دے دیا۔

کچھ دنوں بعد گورنر پنجاب سلمان تاثیر شیخوپورہ جیل پہنچ گئے۔ انہوں نے بھی آسیہ بی بی کو بے گناہ قرار دیا اور کہا کہ وہ آسیہ بی بی کو صدر آصف علی زرداری سے معافی دلوا دیں گے۔ سلمان تاثیر نے بھی ۲۹۵ سی پر تنقید کی جس کے بعد آسیہ بی بی پش منظر میں چلی گئی اور ۲۹۵ سی پر بحث شروع ہو چکی ہے۔ یہ بحث آسیہ بی بی کو مزید متنازع بنا رہی ہے، کیونکہ یہ تاثر تقویت پکڑ رہا ہے کہ آسیہ بی بی کے نام

حامد میر

پر ایک ایسے قانون کو بدلنے کی کوشش کی جا رہی ہے جس پر مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کا اتفاق ہے۔ پوپ بینیڈیکٹ کی طرف سے آسیہ بی بی کی رہائی کے مطالبے کے بعد کئی پاکستانی علماء اس معاملے کا عافیہ صدیقی کے معاملے کے ساتھ تقابلی جائزہ لے رہے ہیں اور یہ سوال اٹھا رہے ہیں کہ جن عناصر کو آسیہ بی بی کے ساتھ نا انصافی نظر آ رہی ہے وہ عافیہ صدیقی کے معاملے میں خاموش کیوں رہتے ہیں؟

بہتر ہوتا کہ آسیہ بی بی کے معاملے کو سیاسی رنگ دینے کی بجائے اسے افہام و تفہیم سے حل کیا جاتا۔ یہ درست ہے کہ ماضی میں کئی افراد کی طرف سے ۲۹۵ سی کا غلط استعمال کیا گیا لیکن یہ غلط استعمال

صرف مسیحیوں کے خلاف نہیں کیا گیا بلکہ مسلمانوں نے مسلمانوں کے خلاف بھی کیا۔ بالکل اسی طرح جیسے کئی مرتبہ دفعہ ۳۰۲ میں بے گناہ افراد پر قتل کا الزام عائد کر دیا جاتا ہے، اسی طرح ۲۹۵ سی میں بھی بے گناہ افراد پر توہین رسالت کا غلط الزام عائد کرنے کی مثالیں موجود ہیں۔ پچھلے بیس سالوں کے دوران توہین رسالت اور توہین قرآن کے الزام میں ۷۰۰ سے زائد مقدمات درج ہو چکے ہیں جن میں سے نصف سے زیادہ مقدمات مسلمانوں نے مسلمانوں کے خلاف درج کرائے، لہذا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ ۲۹۵ سی کا نشانہ صرف غیر مسلم بنتے ہیں۔ قانون میں کوئی خامی نہیں ہے البتہ قانون کے غلط استعمال کو روکنے کی ضرورت ہے۔ توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگانے والے کے لئے بھی سخت سزا قانون میں موجود ہے۔ جن افراد نے ماضی میں جھوٹے الزامات لگائے، اگر ان کے خلاف کارروائی کی جاتی تو ۲۹۵ سی کا غلط استعمال نہ ہوتا، اگر شہباز بھٹی اور سلمان تاثیر اپنی دانست میں آسیہ بی بی کو بے گناہ سمجھتے ہیں تو ان کے پاس دو مناسب راستے موجود تھے۔ اول یہ کہ وہ کسی اچھے وکیل کا انتظام کرتے اور آسیہ بی بی کے خلاف سزا کو ہائیکورٹ میں چیلنج کر دیتے۔ ماضی میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ ہائیکورٹ نے توہین رسالت کے ملزمان کو رہا کر دیا، کیونکہ ان پر الزام ثابت نہ ہو سکا۔ دوسرا راستہ یہ تھا کہ پنجاب حکومت سمیت ملک کی اہم دینی جماعتوں کی قیادت اور جید علماء کو اعتماد

میں لے کر ایک مشترکہ تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دی جاتی اور اس کمیٹی کو یہ اختیار دیا جاتا کہ آسیہ بی بی کے بے قصور ثابت ہونے کی صورت میں صدر آصف علی زرداری سے اس کی سزا معاف کرنے کی سفارش کی جاتی۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ شہباز بھٹی اور سلمان تاثیر نے جو کچھ بھی کیا اس میں اصل مقصد آسیہ بی بی کو بچانا نہیں بلکہ ۲۹۵ سی کو اڑانا نظر آتا ہے۔

۲۹۵ سی کے تحت توہین رسالت کی سزا موت پر نہ صرف بریلوی، دیوبندی، اہل تشیع اور اہل حدیث کے جید فقہاء اور علماء کا اتفاق ہے بلکہ یہ قانون پاکستان کی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے منظور شدہ ہے۔ ۳ جون ۱۹۹۲ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی سے یہ قرارداد منظور ہوئی کہ توہین رسالت کی سزا موت ہونی چاہئے۔ اس سے قبل وفاقی شرعی عدالت حکومت کو حکم دے چکی تھی کہ توہین رسالت کی سزا عمر قید کی بجائے موت مقرر کی جائے۔ قومی اسمبلی میں اس معاملے پر بھرپور بحث ہوئی جس کے بعد ۲۹۵ سی منظور ہوئی، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قانون جنرل ضیاء کے دور میں لایا گیا تھا، اس لئے اس قانون کو ختم کر دیا جائے۔

یہ بڑی عجیب منطق ہے جنرل ضیاء الحق کی مجلس شوریٰ کا رکن یوسف رضا گیلانی پیپلز پارٹی کی حکومت کا وزیراعظم بن جائے تو قبول لیکن وہی جنرل ضیاء توہین رسالت کا قانون لائے تو قبول نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ توہین رسالت کے قانون کی تشکیل کے لئے آئینی تحریک قیام پاکستان سے کئی سال قبل مولانا محمد علی جوہر نے شروع کی تھی جب لاہور ہائیکورٹ کے جج کنور دیپ سنگھ نے ایک قابل مذمت کتاب ”رنگیلا رسول“ کے ناشر راج پال کو محض یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ اس کی کتاب مروجہ قانون کی کسی دفعہ کی خلاف ورزی کے زمرے میں نہیں آتی۔ مولانا محمد علی جوہر نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ قصور جج کا

نہیں، قانون کا ہے اور یوں توہین رسالت کے لئے قانون سازی کا مطالبہ ۱۹۲۷ء میں شروع ہوا۔ دو سال کے بعد ۱۹۲۹ء میں ایک مسلمان نوجوان غازی علم دین نے راج پال کو لاہور میں قتل کر دیا۔ غازی علم دین کو سزائے موت دی گئی تو علامہ اقبال نے ان کی رہائی کے لئے قائد اعظم کو وکالت پر آمادہ کیا۔ غازی علم دین کی پھانسی کے بعد علامہ اقبال نے ان کے جنازے میں شہید کو خراج تحسین پیش کیا۔

یاد رہے کہ غازی علم دین شہید کے جنازے میں میت کے لئے چار پائی کا بندوبست سلمان تاثیر کے والد ڈاکٹر ایم ڈی تاثیر نے کیا تھا۔ اگر برصغیر میں توہین رسالت کا قانون موجود ہوتا تو غازی علم دین کی

طرف سے راج پال کو قتل نہ کیا جاتا۔ توہین رسالت سے فساد پھیلتا ہے، توہین رسالت کے قانون پر صحیح عمل درآمد سے فساد کے تمام راستے مسدود کئے جاسکتے ہیں۔ اگر کوئی اس قانون کو بدلنے کی کوشش کرے گا تو وہ پاکستان میں فساد پھیلانے کا باعث بنے گا، لہذا آسیہ بی بی اگر واقعی بے گناہ ہے تو اس کی رہائی کے لئے اعلیٰ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے۔ اس سلسلے میں میڈیا کو بہت ذمہ دارانہ کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے اور جس کسی نے بھی زیادتی کی ہے اسے بے نقاب کرنا چاہئے۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ کراچی، ۲۵ نومبر ۲۰۱۰ء)

☆☆.....☆☆

شاتمہ رسول آسیہ کو رہا کرانے کی کوششوں کے خلاف

علمائے ختم نبوت کی یوم احتجاج کی اپیل

کراچی (پ ر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزی مولانا عبدالمجید لدھیانوی، نائب امیر مرکزی مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، صدر وفاق المدارس مولانا سلیم اللہ خان، ناظم اعلیٰ مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا عزیز الرحمن جالندھری، مرکزی راہنماؤں مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا قاضی احسان احمد دگر نے ملک بھر کے تمام ائمہ مساجد و خطبا حضرات سے اپیل کی ہے کہ نماز جمعہ کے اجتماعات میں شاتمہ رسول آسیہ بی بی کو رہا کر کے بیرون ملک بھیجنے کی کوششوں کے خلاف بھرپور احتجاج کریں، مذمتی قراردادیں منظور کروائیں اور اپنا احتجاج ریکارڈ کروائیں۔ ان علمائے کرام نے اپنے مشترکہ بیان میں گورنر پنجاب کے ”جذبہ انسانی ہمدردی“ پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا کہ غیر ملکی آقاؤں کو خوش کر کے عربوں مسلمانوں کی دل آزاری سے گریز کریں۔ انہوں نے کہا کہ عالمی دباؤ پر اگر توہین رسالت قانون میں ترمیم و ترمیم کرنے کی گھناؤنی سازش کی گئی تو تمام مذہبی و سیاسی جماعتیں متحد ہو کر مزاحمت کریں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے ہر طرح کی قربانیاں پیش کریں گی۔ انہوں نے گستاخی رسول کی مجرمہ آسیہ کی ماورائے عدالت رہائی کو گستاخان رسول کی حوصلہ افزائی کے مترادف قرار دیتے ہوئے کہا کہ قانون توہین رسالت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے ہے۔ جو بد نصیب مسلم ہو یا غیر مسلم، اہانت رسول کا مرتکب پایا جائے عدالتی تحقیق و تفتیش اور قانونی تقاضوں کے پورے ہونے کے بعد مستحق سزا ہوگا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی تحقیر و تنقیص ایسا جرم ہے کہ جسے معاف کرنے کا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے۔